REG D - E.P. - No 67

رجسٹرڈ ایل پی نمبر ۶۷

ایڈیٹر:۔ صلاح الدین ملک ایم۔اے
اسسٹنٹ ایڈیٹر: محمد حفیظ بقاپوری۔

شرح چندہ سالانہ چھ روپے ممالک غیر ۷ روپے فی پرچہ ۲ر

تواریخ اشاعت ۷-۱۴-۲۱-۲۸

جلد ۵ || ۲۸ وفا ۱۳۳۵ھش ۱۹ ذوالحجہ ۱۳۷۵ھ۔ ۲۸ جولائی ۱۹۵۶ء || نمبر ۲۸

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت کے متعلق اطلاعات

ربوہ ۱۹ جولائی۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کل ۱۸ جولائی کو مری سے تشریف لے آئے اور آج صبح سات بجے عیدالاضحیٰ کی نماز پڑھائی۔ اور بعد ازاں خطبہ ارشاد فرمایا۔ جس میں احباب جماعت کو اپنے اندر ابراہیمی روح پیدا کرنے اور اُسوہ ابراہیمی پر قائم ہونے کی تلقین فرمائی۔ آخر میں اجتماعی دعا کرائی۔ اور تمام احباب کو شرف معانقہ بخشا۔

۲۰ و ۲۱ جولائی۔ حضور نے صحت کے متعلق دریافت کرنے پر فرمایا:۔ "صحت اچھی ہے۔ الحمد للہ"

ربوہ میں تین روز قیام فرمانے کے بعد حضور ۲۲ جولائی کے چار بجے سہ پہر کے قریب بذریعہ کار حضور ایدہ اللہ تعالیٰ واپس مری تشریف لے گئے۔

احباب حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت و سلامتی اور درازیٔ عمر کے لئے التزام سے دعائیں جاری رکھیں۔

اخبار احمدیہ ربوہ ۲۲ جولائی۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی کو بخار میں کسی قدر کمی ہے مگر اب بھی بالانہ حرارت ہو جاتی ہے۔ دن رات کے کسی وقت میں بھی نارمل نہیں ہوتی۔ نقرس میں بھی ابھی تک کوئی خاص فرق نہیں پڑا اور رات کا بیشتر حصہ بے خوابی میں گذرتا ہے۔

حضرت مرزا شریف احمد صاحب سلمہ اللہ کی طبیعت کمر میں درد شدید کے باعث ناساز ہے۔ احباب ہر دو بزرگان کی صحت کاملہ کے لئے دعا فرمائیں۔

نشکلنک اوتار اور جاتی و شیش

(از قلم ایم۔ یو۔ جنہ مولوی فاضل)

(۱)

تمام دھرم جو کہ پرماتما کی ایکتا پر وشواش رکھتے اور کسی نہ کسی دھرم پستک کو مانتے ہیں اس یقین پر قائم ہیں کہ آخری زمانہ میں جبکہ گھور کل یگ اپنے پورے جوبن سے سنسار میں راج کر رہا ہوگا دھرم اور اُس کا گیان سرشٹی سے لوپ ہو کر آکاش پر چلا گیا ہوگا۔ ودوان اور علماء ستیہ مارگ کا تیاگ کر چکے ہونگے۔ پرماتما کا نام انکی زبان پر ہوگا۔ پرنتو انکے ہردیہ ایشوریہ گیان سے خالی ہونگے۔ ایسے وقت میں جبکہ دھرم کی نیا بھو ساگر میں ٹھوکریں کھا رہی ہوگی اور ڈوبنے کے قریب ہوگی تب پرماتما کے بھگت اور سادھو پرش بھگوان کے دروازہ پر جا کر اُس سے پرارتھنا کرتے ہوئے اس دھرم کی کشتی کو بچانے کے لئے کسی نہ کسی دیویہ جوتی کے اوتار بھاؤ ہونے کی پرارتھنا کرینگے تب پرماتما اپنے بھگتوں کی پرارتھنا کو سویکار کر کے ان کی رکھشا کے لئے اور دھرم کو قائم کرنے کے لئے اپنا ایک مہا پُرش بھیجے گا۔ وہ مہا پرش کسی وشیش جاتی یا خاص ملک کے لئے نہیں ہوگا بلکہ وہ مانو سماج کو دھرم کا پاٹھ پڑھانے اور ادھرم کا ناش کرنے کے لئے نیز ایشوریہ بھگت اور سادھو پرشوں کے ادھار کے جنم دھارن کرے گا۔ اور گیتا میں بھی بھگوان کرشن ، ارجن کو اپدیش کرتے ہوئے آنے والے اوتار کا یہی کام بتاتے ہیں۔ جیسا کہ وہ بیان فرماتے ہیں کہ:۔

परित्राणाय साधूनाम्
विनाशाय च दुष्कृताम् ।
धर्म संस्थापनार्थाय
सम्भवामि युगे युगे ॥
गीता ४-८

ارتھ۔ سادھو پرشوں کا اُدھار کرنے کے لئے اور دشٹوں کا ناش کرنے کے لئے نیز دھرم کو قائم کرنے کے لئے میں یگ یگ میں پرگٹ ہوتا ہوں۔

اس شلوک میں بھگوان کرشن نے اپنے جنم دھارن کرنے کا کارن صرف دھرم کی رکھشا اور سادھو پرشوں کا اُدھار کیا ہے۔ وہ سادھو پرش خواہ کسی جاتی اور دیش کے ساتھ سمبندھ رکھتے ہوں۔

سادھو کا ارتھ

ممکن ہے کسی بھائی کو یہ خیال ہو کہ "سادھو" کا ارتھ کسی خاص قوم یا خاص دھرم کے ساتھ سمبندھ رکھنے والے کے ہوں تو یہ بھی درست نہیں کیونکہ بھگوان خود سادھو کے ارتھ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ये लोक हितकारी पुरुष:

कुमार्गे रता दुष्टा: ।
ते त्याज्य दुर्जना ज्ञेया:
सर्व धर्म बहिष्कृता: ॥
धर्मो धर्म विवेकेन
सत्य मार्ग अनुसारिण: ।
सर्व लोक हिता सक्ता:
साधव: परीकीर्तिता: ॥
हरि भक्त का पता
तदपि च परित्यज्य ।
आत्मन: प्रीति जनकम्
तत पुण्यं परीकीर्तितम् ॥

ارتھ۔ جن کی بدھی سدا کمارگ میں لگی رہتی ہے جو سب لوگوں سے دشمنی رکھنے والے اور بیوقوف ہیں ان کو تمام دھرموں سے نکلے ہوئے پاپی جاننا چاہیئے۔ لیکن جو لوگ دھرم اور ادھرم پر غور کر کے اور ستیہ مارگ پر چلتے ہیں اور مانو سماج کے بھلے کی بات کہتے ہیں ان کو سادھو کہا گیا ہے جو پرماتما کی بھگتی میں مددگار ہے اور سادھو پرش جس پر عمل کرتے ہیں جو نہ صرف اپنے لئے بلکہ سارے سنسار میں امن اور شانتی کو پھیلانے والا ہے) اس کو دھرم کہا ہے۔

ان شلوکوں میں بھگوان نے سادھو پرشوں کی تعریف کرتے ہوئے بیان فرمایا ہے کہ جس آدمی کا جیون دھرم سمتا اور شانتی پھیلانے میں گذر جاتا ہے وہ سادھو ہے اور ایسے ہی سادھوؤں کی رکھشا کے لئے میں جنم دھارن کرتا ہوں خواہ وہ سادھو کسی جاتی اور دیش کے ہوں پھر ایک استھان پر بھگوان فرماتے ہیں کہ

नाहं विप्रो न च नृप:
नचापि वैश्यो न शूद्रो ।
नाहं वर्णी न च गृही
यतिर्नो वनस्थो यतिर्वा ॥
किन्तु प्रोद्यन्निखिल
परमानन्द पूर्णामृताब्धे ।
गोपी भर्तु: पदकमलयो: दासदासानुदास: ॥

ارتھ۔ نہ میں برہمن ہوں اور نہ کھشتری ہوں نہ ویش ہوں اور نہ شودر ہوں میں نہ برہمچاری ہوں۔ اور نہ گرہستھ ہوں نہ بان پرستھ ہوں اور نہ سنیاسی ہی ہوں۔ بلکہ امرت کے سمان اُمڈتے ہوئے پرمانند ساگر بھگوان کے داس کا داس ہوں۔

ان شلوکوں سے ثابت ہے کہ آنے والے اوتار اور مہا پرش کسی خاص جاتی اور دیش کے لئے نہیں آیا کرتے اور نہ ہی اُن کا تعلق کسی خاص پرداسٹھا اور جاتی سے ہوا کرتا ہے۔ جس پر کہ پرماتما کا سورج سارے سنسار کو روشنی دیتا ہے۔

قادیان میں جناب ایم۔ ای۔ رحمٰن صاحب انکم ٹیکس کمشنر شملہ کی آمد

قادیان ۱۵ جولائی۔ جناب ایم۔ ای رحمٰن صاحب جو پنجاب ہماچل پردیش وغیرہ پانچ صوبجات کے انکم ٹیکس کمشنر ہیں اپنے ہیڈ کوارٹر شملہ سے امرتسر دورہ پر تشریف لائے تھے۔ وہاں سے زیارت قادیان کے لئے بٹالہ سے بذریعہ جیپ معیت جناب اسسٹنٹ کمشنر صاحب انکم ٹیکس وغیرہ افسران تشریف لائے۔ اور مزار حضرت اقدس علیہ السلام۔ مساجد اقصیٰ و مبارک و تاریخ کو نہ صرف دیکھا بلکہ متعدد و تعداد یرمن آثار میں۔ آپ حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب نیر رضی اللہ عنہ۔ مکرم مولوی عبدالسلام صاحب عمر مرحوم کے متعلق یہ معلوم کر کے متاسف ہوئے کہ وہ وفات پا چکے ہیں۔ آپ مکرم سید عبدالستار صاحب ایم۔اے سکنک کے ماموں زاد بھائی اور مکرم مولانا مولوی عبدالقادر صاحب مکھوی صاحب کے شاگرد ہیں۔ آپ نے بتایا کہ تقسیم ملک سے قبل کو خواہش تھی کہ قادیان دیکھ سکوں جو اب پوری ہوئی ہے۔ آپ نے اور آپکے رفقاء نے پیشکردہ لٹریچر بخوشی قبول کیا اور دو گھنٹے قیام کر کے آپ بیس مرتبہ ۔۔۔ روانہ ہو گئے۔ آپکی آمد پر احمدیہ چوک از مکان حضرت مرزا عزیز احمد صاحب احباب قادیان نے ۔۔۔ ہجوم ۔۔۔

قادیان میں جماعت احمدیہ کا
پینسٹھواں جلسہ سالانہ
بتاریخ
۱۲/۱۳/۱۴ اکتوبر ۱۹۵۶ء
منعقد ہو رہا ہے
احباب خود بھی تشریف لائیں اور دیگر احباب کو بھی ہمراہ لانیکی سعی فرمائیں
(ناظر دعوت و تبلیغ قادیان)

ملک صلاح الدین ایم۔اے پرنٹر و پبلشر نے ۔۔۔ امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔

اسی طرح پرماتما کے اوتار اور مہا پرش اپنے گیان سے بغیر بھید بھاؤ کے مانو سماج کا اُدھار کیا کرتے ہیں۔ پس ایشوری اوتار کے بارے میں یہ دھارنا کہ وہ اُمک جاتی یا اُمک ورن اور اُمک دیش میں ہوگا۔ ایشوریہ نیم اور سدھانت کے خلاف ہے یہ دویہ جیوتی ہر ایک کی آتما کو پونر کرتی ہے۔ نیز اس کا گیان ہر جاتی کے بھگتوں کے ہردیہ کو شدھ کرتا ہے۔ جو ان لوگوں میں بھید اور فرق کرتے ہیں۔ وہ ہرگز پرماتما کے بھگت اور سادھو نہیں ہو سکتے جیسا کہ بھگوان فرماتے ہیں کہ

अविद्या मोहित मन:
पुरुषा भिन्न दर्शिनी ।
वदन्ति भेदं पश्यन्ति
चावयोरन्तरं हर विष्णु ॥

ترجمہ۔ جن لوگوں کا دل اگیان اندھکار اور ضلالت میں پھنسا ہے ایسے بے وقوف لوگ ہی ہم لوگوں (اوتاروں) میں بھید اور فرق کرتے ہیں۔

نشکلنک اوتار کا ظہور

ورتمان یگ کو رشیوں اور دھرم شاستروں نے گھور کل یگ کا نام دیتے ہوئے ایک بھوشیہ بانی کی ہے کہ گھور کل یگ کو ستیہ یگ میں تبدیل کرنے کے لئے آنند۔ کند یوگ راج بھگوان کرشن جنم دھارن کریں گے آپ پاپوں کا ناش کرکے مانو سماج کے درمیان امن اور شانتی اور بھراتری بھاؤ ستھاپن کریں گے۔

ایسے ہی مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ جب زمانہ کی ایسی حالت ہوگی تب حضرت مہدی علیہ السلام ظاہر ہوں گے۔ اور دنیا سے پاپوں کا ناش کرکے پھر سے دھرم کو قائم کرکے امن اور شانتی کا رستہ لوگوں کو دکھائیں گے

ایسے ہی عیسائی اور بودھ دھرم والے بھی اپنی اپنی مذہبی کتاب کی پیشگوئی کے مطابق ایک آنے والے کا انتظار کر رہے ہیں۔

ایک سوال۔ اس جگہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ آنے والی مہان آتمائیں ایک ہونگی یا انیک ہمارا دعویٰ ہے کہ یہ آنے والا مہا پرش ایک ہی ہوگا۔ وہی مسیح ہوگا وہی مہدی ہوگا۔ وہی کرشن کے نام پر آئے گا۔ وہی بودھ کا اوتار ہوگا اور وہی ایک دن تمام پیشگوئیوں کو پورا کرنے والا ہوگا۔ جو کہ مختلف مذاہب نے آنے والے اوتار کی بیان کی ہیں۔ یہ ہمارا ہی سدھانت نہیں ہے۔ بلکہ ہندو نیتا اور لیڈر بھی درشن کر سکتے ہیں۔ کہ آنے والے نشکلنک اوتار نہ صرف ہندوؤں کے لئے ہوں گے بلکہ ان کا ظہور مہدی اور مسیح ہونے کا بھی ہوگا اور وہ ان بھوشیہ بانیوں کو پورا کرنے والے ہونگے

جو کہ اسلام دھرم اور عیسائیت دھرم نے انکے بارے میں بیان کی ہیں۔ چنانچہ:

کوی کملرٹ کی رائے۔ کوی سمراٹ ڈاکٹر ٹیگور نے بھی اس نیم کی پشٹی کرتے ہوئے لکھا تھا کہ آنے والی دویہ جیوتی جس۔ کہ آورِ بھاؤ ہونے کے نشانات پورے ہو چکے ہیں اب بھارت کے آکاش پر پرگٹ ہوگی تمام دھرم اس دویہ مورتی کے آگمن کی پرتیکشا کر رہے ہیں بھن بھن دھرموں کے بیان ہوئے نشانات پرایا پورے ہو چکے ہیں۔ سنسار کا واتاورن تبدیل ہو چکا ہے۔ اور اس آنیوالی دویہ جیوتی کے آورِ بھاؤ ہونے کی پرتیکشا کر رہا ہے۔ تمام دھرموں کے رشیوں اوتاروں اور پیغمبروں نے اس یگ کو سنہری یگ کے نام سے پکارا ہے۔ میں ان تمام لوگوں کو مبارکباد دیتا ہوں جنہوں نے اس زمانہ کو پایا کیونکہ وہ اپنی آنکھوں سے بھگوان کو دیکھیں گے۔ میں مسلمان بھائیوں کو کہتا ہوں کہ ان کو مبارک ہو کیونکہ اب ان کے مہدی کا ظہور ہو رہا ہے۔ ہندوؤں کو مبارکباد ہو کہ بھگوان کرشن اوتار دھارن کرکے کل یگ کو ستیہ یگ میں تبدیل کرنے والے ہیں۔ عیسائیوں کو خوشخبری سناتا ہوں کہ انکے بھگوان مسیح اب تشریف آنے والے ہیں۔ بس تمام دھرم کے نیتاؤں کو تیار ہو جانا چاہئے تاکہ سب مل کر اس آنیوالی مہان آتما کا ستکار کریں اور اس کو شبھ آگمن کہیں۔"

(رسٹیٹسمین ۱۹ر فروری سنہ ۱۹۱۰ء)

سوامی بھولا ناتھ جی کی رائے۔ جیوتش کے انوسار کل یگ سماپت ہو کر ست یگ شروع ہو رہا ہے ہمارے حساب کے مطابق یکم اگست سنہ ۱۹۲۱ء کے رات کے بارہ بجے ستیہ یگ شروع ہو جائیگا بھگوان ظاہر ہونے کی تیاریاں شروع کر رہے ہیں۔ بلکہ ممکن ہے کہ وہ ظاہر ہو چکے ہوں اور ہمیں علم نہ ہو۔ کرشن بھگوان کو چاہیئے کہ جبکہ بھگوان کے بتائے ہوئے نشانات پورے ہو چکے ہیں۔ تو وہ انکی تلاش کریں کہ شائد وہ کہیں چھپ کر بھگتوں کو درشن دینے کا پروگرام بنا رہے ہوں انکے درشن کرکے مسلمان خوش ہونگے کیونکہ ان کے سامنے مہدی جی مہاراج ہونگے۔ ہندوؤں کو خوشی ہوگی کہ وہ آنند کند بھگوان کرشن کو پھر کئی سال کے بعد دیکھینگے۔ عیسائیوں کو آنند ہوگا کہ انکے ادھار کے لئے بھگوان عیسیٰ پھر آسمان سے اُتر آئے ہیں۔ جس پرکار سورج کا پرکاش ہر ایک گھر میں علیحدہ علیحدہ نظر آتا ہے۔ پرنتو وہ ایک ہی ہوتا ہے نادان اس کو علیحدہ جانتے ہیں اسی طرح وہ آنے والی آسمانی کرن ایک ہوگی جس کا پرکاش ہر جاتی کے بھگتوں کے ہردیہ میں جدا جدا ہوگا۔ (ستیہ یگ سندیش پریاگ جنوری سنہ ۱۹۲۹ء)

(باقی)

مذہب کا پرچار اور رانگوائری کمیٹی

حکومت مدھیہ پردیش نے عیسائی مشنریوں کی سرگرمیوں کے بارہ میں جو انکوائری کمیٹی مقرر کی تھی۔ اس کی رپورٹ کا خلاصہ یہ ہے کہ ان کا پرچار مغرب کے تسلّط و تفوق کو قائم رکھنے کی عالمگیر پالیسی کا حصہ ہے۔ کمیٹی نے بعض سفارشات کی ہیں۔ ان میں سے ہمیں ذیل کی سفارشات سے اتفاق ہے۔ اور ہر ایک ہی خواہ دلمی مذہب کو اس سے اتفاق ہوگا۔ طبی امداد وغیرہ کے ذریعہ براہِ راست مذہبی تبدیلی عمل میں لانی ممنوع قرار دی جائے۔ بچوں کو ان کے سرپرستوں کی اجازت کے بغیر مذہبی تعلیم نہ دی جائے (گویا غیر مذہب والے اپنے مدارس میں ناجائز فائدہ نہ اُٹھا سکیں) مذہبی ادارے چائے کے فارموں وغیرہ کے لئے مزدوروں کی بھرتی نہ کر سکیں (گویا اقتصادی دباؤ تبدیلی مذہب کا ذریعہ نہ بن سکے) یتامیٰ اور نابالغان کی پرورش کے لئے حکومت ادارے قائم کرے۔ (لیکن یہ نہ ہو کہ اکثریت کے آزاد ادارے سے وہی ناجائز فائدے اُٹھائیں جن کے خلاف اس وقت چیخ و پکار کی جا رہی ہے)

اسکے تقلیل حصہ سے اتفاق کے ساتھ ہم کمیٹی کی سفارشات کے اکثر حصہ کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ ان کا مقصد وحید مذہبی تبلیغ اور پرچار کی آزادی پر ناواجب قیود عائد کرنا ہے۔ اور یہ امر نہایت ہی نامناسب اور خلاف آئین ہے۔ مثلاً ان سفارشات میں یہ ذکر ہے کہ غیر سرکاری اور مذہبی تنظیمات سرکار کی اجازت حاصل کئے بغیر پسماندہ اقوام کی سماجی یا اقتصادی ترقی کا کوئی پروگرام نہ بنائیں اور بطور پالیسی کے یہ قرار دیا جائے کہ ان اقوام کی تعلیم۔ صحت وغیرہ کے لئے سوشل سرگرمیاں صرف سرکار جاری کر سکے گی اور غیر سرکاری ادارے صرف اپنے ہم مذہبوں کے لئے ایسے کام جاری رکھ سکیں گے۔ اور صوبہ اور اضلاع کے لئے ادنیٰ اقوام کے لئے ایڈوائزری بورڈ بنائے جائیں اور عیسائی مشنریوں کے لٹریچر کی اشاعت صوبائی حکومت کی منظوری کے بغیر ممنوع قرار دی جائے۔

ان سفارشات کا خلاصہ یہ نکلتا ہے۔ کہ جو لوگ اکثریت میں ہے وہ اس امر کو برداشت نہیں کرتے کہ اقلیت کے لوگ اپنے مذہب کا پرچار کریں اور آنوں بہانوں ان کے پرچار کو روکنا چاہتے ہیں۔

کبھی اسے مغربی اقوام کے تغلب کی عالمگیر پالیسی کا حصہ قرار دیتے ہیں کبھی یہ کہتے ہیں کہ انہیں روپیہ باہر سے کیوں آتا ہے۔ کبھی یہ پابندی عائد کرنا چاہتے ہیں۔ کہ لٹریچر کی اشاعت سے قبل صوبائی حکومت سے منظوری لی جائے۔ گویا اس طرح ایسے مذاہب والے جو اقلیت میں ہیں ان کی سرگرمیوں کو موت کے گھاٹ اتارنا چاہتے ہیں۔

محض کسی سرکاری کمیٹی کا قیام اس امر کا ضامن نہیں ہے کہ اس کے افراد تعصب اور بے جا فقہ اور ہٹ دھرمی سے خالی ہونگے۔ اور ان سفارشات کی غرض وغایت وہی ہے۔ جس کا ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں اگر تعصب ہمارے ہاں سے عنقا ہو چکا ہوتا۔ تو پنجاب کا مہاشانتی گروہ ہی نے پنجاب کی سیاسیات اور ہندو سکھ تعلقات کی گہری بنیادوں کو متزلزل کر دیا ہے۔ اور آل انڈیا کانگرس اور مرکزی حکومت کو پریشان کر رکھا ہے یہ سب کچھ کیونکر معرضِ وجود میں آ سکتے تھے اور نہ ہی ایک روز میں بمبئی میں درجنوں بار گولی چلائی جاتی۔ نہ ہی بہار و بنگال کے درمیان کشیدگی پیدا ہوتی۔

ہمیں امید ہے کہ صوبائی حکومتیں اور مرکزی سرکار اس سطح سے بالا ہو کر ان امور پر غور کریگی۔ اور کسی ایک مذہب کے ماننے والوں پر ایسی پابندیاں عائد نہ کریگی۔ جو حق و انصاف اور آئین کا خون کرنے والی ہوں۔

منقولات

سول جج کا فیصلہ

"ہر مسلمان کو بطور نذر یا بطور قربانی گائے ذبح کرنیکا قانونی حق حاصل ہے جو رواج کی پابندیوں سے آزاد ہے اور جو اس کو انفرادی حیثیت سے اور مذہب اسلام کا پیرو ہونے کی حیثیت سے دونوں طرح حاصل ہے کوئی حق اجتناب یا چند سالوں تک عدم استعمال سے زائل نہیں ہو سکتا.....

بہرحال جہاں قربانیاں چہار دیواری کے اندر ہوتی ہوں وہاں اگر گائے کی قربانی سے ہندوؤں کو انفرادی یا اجتماعی طور پر ناگواری ہوتی ہے تو اسے پبلک خلفشار نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ قانون انتہائی حساس لوگوں کے ترجمات کی کوئی پرواہ نہیں کرتا۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ وہ رواج جو چہار دیواری کے اندر بغیر خواہ مخواہ مظلوموں کے مویشیوں کے ذبیحہ کو روکتا ہو اسے غیر معقول قرار دینا چاہیئے۔ کیونکہ ایسا رواج ایک خاص فرقہ کے بنیادی حق کو پامال کرتا ہے.... میرے پاس موزوں الفاظ نہیں ہیں کہ میں ہندوؤں کی اس زیادتی پر ماتم کر سکوں کہ وہ مسلمانوں کو انکے گھروں میں بھی جانور ذبح کرنیکی اجازت نہیں دیتے۔ اور اگر مدعیان کا یہ بیان صحیح ہے کہ حکام ضلع بھی گذشتہ بقر عید کے دنوں میں مسلمانوں کو پر امن قربانی کرنے کیلئے حاجبی تحفظ عطا نہ کر سکے تو یہ کتنی افسوسناک بات ہے۔"

یہ اس عدالتی فیصلہ کے الفاظ ہیں جو ایڈیشنل سول جج بجنور شری ایم۔ سی اگروال نے ۱۲ر نومبر سنہ ۱۹۵۵ء کو صادر کیا۔ (باقی)

خطبہ جمعہ

ہمارا خدا زندہ اور قادر خدا ہے جو پہلے کی طرح آج بھی اپنی زندگی اور قدرت کے غیر معمولی نشان ظاہر کر رہا ہے

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز۔ فرمودہ ۲۹ جون ۱۹۵۶ء بمقام مری

سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

آج میں اس مضمون پر خطبہ دینا چاہتا ہوں کہ

ہمارا خدا ایک زندہ خدا ہے

یہ مضمون درحقیقت سورہ فاتحہ کا ایک حصہ ہے۔ مگر مسلمانوں کی توجہ اس کی طرف نہیں پھری۔ مثلاً جب ہم الحمد للہ رب العالمین کہتے ہیں۔ تو پرانے مفسرین بھی اس تفسیر میں لگ جاتے ہیں اور ہم بھی یہی تفسیر شروع کر دیتے ہیں کہ ہمارا خدا انسانوں کا بھی خدا ہے۔ اور جانوروں کا بھی خدا ہے اور کیڑوں مکوڑوں کا بھی خدا ہے۔ اسی طرح وہ ہندوستانیوں کا بھی خدا ہے اور ایرانیوں کا بھی خدا ہے اور امریکنوں کا بھی خدا ہے اور ہمیں یہ بھول جاتا ہے کہ رب العالمین میں جن جہانوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ وہ زمانہ کے لحاظ سے بھی ہو سکتے ہیں۔ پس اس کے ایک معنے یہ بھی ہیں کہ وہ خدا آدم علیہ السلام کے زمانہ کے لوگوں کا بھی خدا تھا۔ اور وہ خدا نوح علیہ السلام کے زمانہ کے لوگوں کا بھی خدا تھا۔ اور وہ خدا ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ کے لوگوں کا بھی خدا تھا۔ اور وہ خدا موسےٰ علیہ السلام کے زمانہ کے لوگوں کا بھی خدا تھا۔ اور وہ خدا عیسےٰ علیہ السلام کے زمانہ کے لوگوں کا بھی خدا تھا۔ اور وہ خدا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے لوگوں کا بھی خدا تھا۔ اور وہ خدا ہمارے زمانہ کے لوگوں کا بھی خدا ہے۔ اور وہ خدا بعد میں آنے والے لوگوں کا بھی خدا ہوگا۔ اور جو خدا آدم علیہ السلام کے زمانہ کے لوگوں کا بھی خدا تھا۔ اور ہمارے زمانہ کے لوگوں کا بھی خدا ہے۔ اور بعد میں آنے والے لوگوں کا بھی خدا ہوگا

صاف ثابت ہوتا ہے

کہ وہ ایک زندہ خدا ہے۔ اگر وہ زندہ خدا نہ ہوتا۔ تو آدم سے لے کر اب تک ہر زمانہ کے لوگوں کا وہ کس طرح خدا ہو سکتا۔ پس الحمد للہ رب العالمین میں اس بات پر بھی زور دیا گیا ہے کہ قرآن جو خدا کو پیش کرتا ہے۔ وہ ایک زندہ خدا ہے اور ہر زمانہ کے لوگ اس سے ویسا ہی فائدہ اُٹھا سکتے ہیں جیسے پہلے لوگ فائدہ اٹھاتے رہے ہیں۔ چنانچہ اس ہفتہ میں مجھے ایک مبلغ کی طرف سے چٹھی آئی ہے جس سے پتہ لگتا ہے کہ کس طرح ہمارا خدا ایک زندہ خدا ہے۔ اس کے بعد اپنا ایک ذاتی واقعہ اس کے ثبوت کے طور پر بیان کروں گا۔

وہ لکھتے ہیں کہ ہم نے یہاں

اخبار جاری کیا

اور چونکہ ہمارے پاس کوئی پریس نہیں تھا۔ اس لئے عیسائیوں کے پریس میں وہ اخبار چھپنا شروع ہوا۔ وہ چار پرچوں تک تو وہ برداشت کرتے چلے گئے۔ لیکن جب یہ سلسلہ آگے بڑھا۔ تو پادریوں کا ایک وفد اس پریس کے مالک کے پاس گیا۔ اور انہوں نے کہا کہ تمہیں شرم نہیں آتی۔ کہ تم اپنے پریس میں ایک احمدی اخبار شائع کر رہے ہو۔ جس نے عیسائیوں کی جڑھوں پر تبر رکھا ہوا ہے۔ چنانچہ اسے غیرت آئی اور اس نے کہہ دیا کہ آئندہ میں تمہارا اخبار اپنے پریس میں نہیں چھاپوں گا۔ کیونکہ پادری اس پر بُرا مناتے ہیں۔ جب اخبار چھپنا بند ہو گیا۔ تو عیسائیوں کو اس سے بڑی خوشی ہوئی۔ اور انہوں نے ہمیں جواب دینے کے علاوہ اپنے اخبار میں بھی ایک نوٹ لکھا کہ ہم نے تو احمدیوں کا اخبار چھاپنا بند کر دیا ہے اب ہم دیکھیں گے۔ کہ اسلام کا خدا ان کے لئے کیا سامان پیدا کرتا ہے۔ یعنے پہلے ان کا اخبار ہمارے پریس میں چھپ جایا کرتا تھا۔ اب چونکہ ہم نے انکار کر دیا ہے۔ اور ان کے پاس اپنا پریس کوئی نہیں اس لئے اب ہم دیکھیں گے کہ یہ جو مسیح کے مقابلہ میں اپنا خدا پیش کیا کرتے ہیں۔ اس کی کیا طاقت ہے۔ اگر اس میں کوئی قدرت ہے۔ تو وہ ان کے لئے خود سامان پیدا کرے

وہ مبلغ لکھتے ہیں

کہ جب میں نے یہ پڑھا تو میرے دل کو سخت تکلیف محسوس ہوئی۔ اور میں نے سمجھا کہ گو ہماری یہاں تھوڑی سی جماعت ہے۔ لیکن بہرحال میں انہی کے پاس جا سکتا ہوں۔ کہ اس موقعہ پر وہ ہماری مدد کریں۔ تاکہ ہم اپنا پریس خرید سکیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔ میں نے لاری کا ٹکٹ لیا۔ اور پونے تین سو میل پر ایک احمدی کے پاس گیا۔ تاکہ اسے تحریک کروں کہ وہ اس کام میں حصہ لے۔ یہ شخص جس کے پاس ہمارا مبلغ گیا۔ کسی زمانہ میں احمدیت کا شدید مخالف ہؤا کرتا تھا۔ اتنا سخت مخالف کہ ایک دفعہ کوئی احمدی اس کے ساتھ دریا کے کنارے جا رہا تھا کہ اس احمدی نے اُسے تبلیغ شروع کر دی وہ دریا کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا کہ دیکھو یہ دریا ادھر سے ادھر بہہ رہا ہے۔ اگر یہ دریا یکدم اپنا رخ بدل لے اور نیچے سے اوپر کی طرف الٹا بہنا شروع کر دے تو یہ ممکن ہے لیکن میرا احمدی ہونا ناممکن ہے مگر کچھ دنوں کے بعد ایسا اتفاق ہؤا کہ کوئی بڑا عالم فاضل نہیں بلکہ

ایک لوکل افریقن احمدی

اس سے ملا اور چند دن اس سے باتیں کیں تو وہ احمدی ہو گیا۔ پھر اللہ تعالےٰ نے بھی اس کی مدد کی۔ اور اس کی مالی حالت پہلے سے بہت اچھی ہو گئی۔ وہ افریقن اپنے گاؤں کا چیف یعنے رئیس ہے۔ مگر ہمارے ملک کے رئیسوں اور ان کے رئیسوں میں فرق ہوتا ہے۔ ان کے رئیس اور چیف عموماً ایسے ہی ہوتے ہیں جیسے ہمارے ہاں نمبردار اور سفید پوش ہوتے ہیں گو بعض چیف بڑے بڑے بھی ہوتے ہیں۔ مثلاً لنڈن میں میری ریسپشن کے موقعہ پر جو چیف آیا۔ اس کے ماتحت تین لاکھ آدمی تھا۔ گویا ریاست پٹیالہ سے بھی بڑی ریاست اس کے ماتحت تھی۔ پس بے شک بعض بڑے بڑے چیف بھی ہوتے ہیں۔ لیکن عموماً وہ ایسے ہی ہوتے ہیں جیسے نمبردار اور سفید پوش ہوتے ہیں۔ جب ہم ان کے متعلق چیف کا لفظ استعمال کرتے ہیں تو بعض احمدی اس سے دھوکا کھا جاتے ہیں۔ اور وہ سمجھتے ہیں کہ اس سے کوئی بہت بڑا رئیس مراد ہے حالانکہ اس کے معنے صرف ایک چھوٹے نمبردار کے ہوتے ہیں

وہاں قاعدہ یہ ہے

کہ لوگ اپنے چیف کو خود انتخاب کرتے ہیں گاؤں والے اپنے چیف کا انتخاب کرتے ہیں اور شہروں والے اپنے چیف کا انتخاب کرتے ہیں۔ گاؤں کا چیف چھوٹا چیف ہوتا ہے۔ قصبہ کا چیف اس سے بڑا ہوتا ہے۔ اور شہروں کے چیف ان سے بڑے ہوتے ہیں۔ پھر ہر ضلع کے الگ الگ چیف ہوتے ہیں۔ جنہیں پیراماؤنٹ چیف کہتے ہیں۔ یعنی راجوں کا راجہ۔ بہرحال وہ وہ مبلغ لکھتے ہیں۔ کہ میں اس چیف کی طرف گیا۔ جو ابھی تھوڑا ہی عرصہ ہؤا احمدیت میں داخل ہوا تھا۔ اور جو کسی زمانہ میں احمدیت کا اتنا مخالف ہؤا کرتا تھا۔ کہ اس نے یہ کہا تھا کہ دریا اپنا رخ بدل سکتا ہے۔ اور وہ نیچے سے اوپر کی طرف بہہ سکتا ہے۔ لیکن میں احمدی نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالےٰ کی شان دیکھو۔ کہ جونہی وہ احمدی ہوا اس کی زمین میں سے ہیروں کی کان نکل آئی۔ اور گو قانون کے مطابق گورنمنٹ نے اس پر قبضہ کر لیا۔ مگر اسے کچھ رائلٹی وغیرہ دینی پڑی جس سے یکدم اس کی مالی حالت اچھی ہونی شروع ہو گئی اور جماعتی کاموں میں بھی اس نے شوق سے حصہ لینا شروع کر دیا۔ بہرحال وہ لکھتے ہیں۔ کہ میں اس کی طرف جا رہا تھا کہ

خدا تعالےٰ نے ایسا فضل کیا

کہ ابھی اس کا گاؤں آٹھ میل پرے تھا۔ کہ مجھے ایک دوسری لاری میں بیٹھا ہؤا نظر آ گیا۔ اور اس نے بھی مجھے دیکھ لیا۔ اس وقت وہ اپنے کسی کام کے سلسلہ میں کہیں جا رہا تھا۔ وہ مجھے دیکھتے ہی لاری پر سے اُتر پڑا۔ اور کہنے لگا کہ آپ کس طرح تشریف لائے ہیں۔ میں نے کہا کہ اس اس طرح ایک عیسائی اخبار نے لکھا ہے کہ ہم نے تو ان کا اخبار چھاپنا بند کر دیا ہے۔ اگر مسیح کے مقابلہ میں ان کے خدا میں بھی کوئی طاقت ہے تو وہ کوئی معجزہ دکھا دے۔ وہ کہنے لگا آپ یہیں بیٹھیں میں ابھی گاؤں سے ہو کر آتا ہوں۔ چنانچہ وہ گیا اور تھوڑی دیر کے بعد ہی اس نے پانچ سو پونڈ لا کر ہمارے مبلغ کو دے دیا۔ پانچ سو پونڈ وہ اس سے پہلے دے چکا تھا۔ گویا

تیرہ ہزار کے قریب روپیہ

اس نے دے دیا اور کہا کہ میری خواہش ہے کہ آپ پریس کا جلدی انتظام کریں۔ تاکہ ہم عیسائیوں کو جواب دے سکیں۔ کہ اگر تم نے ہمارا اخبار چھاپنے

سے انکار کر دیا تھا۔ تو اب ہمارے خدا نے بھی ہمیں اپنا پریس دیدیا ہے۔ ایک ہزار پونڈ جو مارک کی قیمت کے لحاظ سے تیرہ ہزار روپیہ بنتا ہے۔ اور یہ اتنی بھاری رقم ہے کہ بڑے بڑے تاجر بھی اتنا روپیہ دینے کی اپنے اندر توفیق نہیں پاتے۔ وہ بڑے مالدار ہوتے ہیں۔ مگر اتنا چندہ دینے کی ان میں ہمت نہیں ہوتی۔ انہوں نے یہ بھی لکھا کہ اس سے پہلے جب اس چیف نے پانچ سو پونڈ چندہ دیا تھا۔ تو میں ایک شامی تاجر سے بھی ملا تھا۔ میں نے اس سے تحریک کی کہ وہ بھی اس کام میں حصہ لے۔ اور میں نے اسے کہا کہ فلاں گاؤں کا جو رئیس ہے اس نے پانچ سو پونڈ چندہ دیا ہے۔ وہ کہنے لگا کہ میری طرف سے بھی آپ پانچ سو پونڈ لکھ لیں۔ اور پھر کہا کہ میں اس وقت پانچ سو پونڈ لکھوا تا ہوں۔ مگر میں دوں گا اس چیف سے زیادہ

یہ کتنا بڑا ثبوت ہے

اس بات کا کہ ہمارا خدا ایک زندہ خدا ہے۔ ایک معمولی گاؤں کا چیف ہے۔ اور پھر احمدیت کا اتنا مخالف ہے کہ کہتا ہے کہ اگر حدیا اُلٹا چلنے لگے تو یہ ممکن ہے لیکن یہ ممکن ہی نہیں کہ میں احمدی ہو سکوں مگر پھر خدا تعالیٰ نے اسے احمدیت میں داخل ہونے کی توفیق عطا فرمائی۔ بلکہ یکدم اُسے ہزاروں روپیہ سلسلہ کو پیش کرنے کی توفیق مل جاتی ہے یہ تو ایک

بیرونی ملک کی مثال ہے

جو بتاتی ہے کہ ہمارا خدا کس طرح ایک زندہ خدا ہے اور وہ اپنے بندوں کی کیسے معجزانہ رنگ میں تائید اور نصرت فرماتا ہے۔ اب میں

اپنی مثال بیان کرتا ہوں

میں نے پچھلے دنوں تحریک جدید کے بیرونی مشنوں کے متعلق ایک خطبہ پڑھا تھا۔ جس میں میں نے ذکر کیا تھا۔ کہ تحریک جدید کے پاس بیرونی مشنوں کے لئے اتنا کم روپیہ رہ گیا ہے کہ شاید اب ہمیں اپنے مشن بند کرنے پڑیں۔ مگر ادھر میں نے یہ خطبہ پڑھا ادھر اللہ تعالیٰ نے فضل دیکھو کہ ایک دن میں نے ڈاک کھولی۔ تو اس میں ہالینڈ ایک سلیح کا خط نکلا۔ جس میں اس نے لکھا کہ ایک جرمن ڈاکٹر نے احمدیت کے متعلق کچھ لٹریچر پڑھا۔ تو اس نے ہمیں لکھا کہ مجھے اور لٹریچر بھجواؤ۔ چنانچہ اس پر میں نے آپ کا لکھا ہوا دیباچہ قرآن اسے بھجوا دیا۔ دیباچہ پڑھ کر اس نے لکھا۔ کہ میں چاہتا ہوں کہ اس کو اپنے ملک میں چھپوایا جائے اور بڑی کثرت سے یہاں پھیلایا جائے۔ اور میں اس بارہ میں آپ کی ہر طرح مدد کرنے کے لئے تیار ہوں۔ پھر اس نے لکھا۔ کہ یہاں بیس لاکھ جرمن نسل کے مسلمان پائے جاتے ہیں۔ اگر دیباچہ کا یہاں کی زبان میں ترجمہ ہو جائے۔ تو بیس لاکھ مسلمان عیسائیوں کے ہاتھ میں جانے سے بچ جائے گا۔ اور وہ احمدیت کو قبول کرے گا۔ گویا ہم تو یہ ڈر رہے تھے۔ کہ کہیں خدانخواستہ ہمارے پہلے مشن بھی بند نہ ہو جائیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہمارے

تبلیغ کے لئے نئے رستے

کھول دیئے۔

پھر جب خطبہ شائع ہوا۔ تو باہر سے بھی اور اندر سے بھی ہمارے خدا کے زندہ ہونے کی کثرت سے مثالیں ملنی شروع ہو گئیں۔ ایک غیر احمدی کا خط آیا۔ کہ میں نے آپ کا خطبہ پڑھا تو میرا دل کانپ گیا۔ کہ آپ کو اسلام اور سلسلہ کی تکلیف کی وجہ سے کس قدر دُکھ ہوا ہے میں سو روپیہ کا چیک آپ کو بھجوا رہا ہوں۔ آپ اس روپیہ کو جس طرح چاہیں خرچ کریں۔ پھر ایک اور خط کھولا۔ تو وہ ایک احمدی کا تھا۔ اور اس میں یہ لکھا تھا۔ کہ میں سو روپیہ بھجوا رہا ہوں تاکہ بیرونی مشنوں کے اخراجات میں جو کمی آئی ہے وہ اس سے پوری ہو سکے۔ پھر ایک عورت کا خط آیا۔ کہ میں پچاس روپے بھجوا رہی ہوں۔ تاکہ جو نقصان ہوا ہے اس کا ازالہ ہو سکے۔ پھر چوتھا خط میں نے کھولا۔ تو اس میں ایک ترکی پروفیسر کا ذکر تھا۔ ہمارا ایک احمدی ان دنوں

ایک ترکی پروفیسر

سے ترکی زبان سیکھ رہا ہے۔ اور ایک سو بیس روپیہ ماہوار اسے ٹیوشن دیتا ہے۔ وہ ترکی پروفیسر اسلام کا دشمن تھا۔ اور دن رات اسلام اور ہستی باری تعالیٰ پر اعتراض کرتا رہتا تھا۔ وہ احمدی لکھتا ہے کہ میں نے ایک دن فیصلہ کیا۔ کہ چاہے میری پڑھائی ضائع ہو جائے۔ میں نے آج اس سے مذہبی بحث کرنی ہے۔ چنانچہ میں اس سے بحث کرتا رہا۔ اور پھر میں نے اسے آپ کا لکھا ہوا دیباچہ قرآن دیا۔ کہ وہ اسے پڑھے۔ وہ دیباچہ لے گیا۔ اور پڑھنے کے بعد مجھے کہنے لگا۔ کہ میں آج سے پھر مسلمان ہو گیا ہوں۔ پھر جب مہینہ ختم ہوا۔ اور میں اسے روپیہ دینے کے لئے گیا۔ تو وہ کہنے لگا۔ کہ تم مجھ پر یہ مہربانی کرو۔ کہ یہ روپیہ میری طرف سے اپنے امام کو بھجوا دو۔ اور انہیں کہو کہ وہ جس طرح چاہیں اس روپیہ کو خرچ کریں۔ اب دیکھو ایک دہریہ انسان ہے۔ خدا تعالیٰ پر رات دن ہنسی اڑاتا رہتا ہے۔ اسلام سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتا۔ لیکن اس پر ایسا اثر ہوتا ہے۔ کہ جب اُسے ٹیوشن کی رقم پیش کی جاتی ہے۔ تو وہ کہتا ہے کہ یہ روپیہ مجھے نہ دو۔ بلکہ اپنے امام کے پاس بھیج دو۔ اور انہیں کہو کہ وہ اسے جس طرح چاہیں خرچ کریں۔

اس کے بعد میں نے جو

پانچواں خط کھولا

وہ ایک احمدی دوست کا تھا۔ جو انڈونیشیا سے بھی پرے رہتے ہیں۔ انہوں نے لکھا کہ یہ اطلاع ملتے ہی کہ بیرونی مشنوں کو جو روپیہ بھجوایا جاتا تھا اس میں کمی آ گئی ہے میں نے اڑھائی سو پونڈ لنڈن بنک میں تحریک جدید کے حساب میں جمع کرا دیا ہے۔ میری خواہش تھی۔ کہ میں چھ سو پونڈ جمع کراؤں۔ مگر سردست فوری طور پر میں نے اڑھائی سو پونڈ بنک میں جمع کرا دیا ہے۔ پھر چھٹا خط میں نے کھولا۔ تو وہ ایک ایسے دوست کی طرف سے تھا۔ جو پاکستان سے باہر کے رہنے والے ہیں۔ انہوں نے لکھا۔ کہ آپ اس فکر میں اپنی صحت کیوں برباد کر رہے ہیں۔ ہماری جائیداد یں اور ہمارے بیوی بچے کس غرض کے لئے ہیں۔ ہم ان سب کو قربان کرنے کے لئے تیار ہیں۔ آپ پونڈوں کا فکر نہ کریں۔ آپ جتنے پونڈ چاہیں ہم جمع کر دیں گے۔ اور اس بارہ میں آپ کو کسی قسم کی تکلیف نہیں ہونے دیں گے۔ غرض اس طرح متواتر خطوط آنے شروع ہو گئے ہیں کہ صاف معلوم ہوتا ہے۔ اس خطبہ کے پہنچتے ہی تمام جماعتوں میں

ایک آگ سی لگ گئی ہے

اور لوگ انتہائی بے تابی کے ساتھ اس کمی کو پورا کرنے کے لئے آگے بڑھ رہے ہیں۔ اسی طرح پشاور سے ایک دوست کا خط آیا۔ جس میں انہوں نے لکھا کہ یہ خطبہ پڑھ کر مجھے سخت تکلیف ہوئی ہے۔ اگر تمام احمدی کوشش کریں۔ تو کیا وہ سات ہزار دو سو پونڈ بھی جمع نہیں کر سکتے۔ ہم

خدا تعالیٰ کے فضل سے

اس کام کے لئے پوری طرح تیار ہیں۔ اور ہم خود اس روپیہ کو جمع کریں گے۔ آپ اس بارہ میں کسی قسم کی تشویش سے کام نہ لیں۔

یہ تو کل اور پرسوں کی ڈاک کا ذکر تھا۔ آج ڈاک آئی۔ اور میں نے اسے کھولا۔ تو اس میں سے ایک شہر کی خدام الاحمدیہ کی مجلس کی طرف سے خط نکلا جس میں یہ ذکر تھا۔ کہ ہم نے آپ کا خطبہ تمام خدام کو پڑھ کر سنایا۔ جس پر فوراً مقامی خدام نے دو سو روپیہ چندہ کے لئے لکھا دیئے۔ اور ہم کوشش کر رہے ہیں۔ کہ یہ روپیہ وصول کر کے بہت جلد مرکز میں بھجوا دیں۔ انہوں نے یہ چندہ گو ہیمبرگ کی مسجد کے لئے جمع کیا ہے۔ مگر بہرحال وہ بھی اسی کام میں شامل ہے۔ غرض دیکھو ہمارا خدا کیسا زندہ خدا ہے۔ کہ جو کام ہم نہیں کر سکتے تھے۔ اس کے لئے وہ آپ سامان مہیا کر رہا۔ اور خود لوگوں کے دلوں میں تحریک کر رہا ہے۔ چنانچہ ایک طرف ایک ترکی پروفیسر کے دل میں تحریک پیدا ہوتی ہے کہ وہ اپنی کمائی کا روپیہ اپنی ذات پر خرچ کرنے کی بجائے تبلیغ اسلام کے لئے بھجوا دے۔ تو دوسری طرف ایک جرمن ڈاکٹر کے دل میں تحریک پیدا ہوتی ہے۔ کہ ہم خود اسلام کی اشاعت میں حصہ لینے کے لئے تیار ہیں۔ آپ دیباچہ کا ترجمہ ہماری ملکی زبانوں میں کرا دیں۔ تو لاکھوں لوگ احمدی ہونے کے لئے تیار ہیں۔ اسی طرح جو پاکستان سے باہر احمدی رہتے ہیں۔ ان کے دل میں تحریک پیدا ہوتی ہے۔ اور وہ لکھتے ہیں۔ کہ آپ کیوں فکر کرتے ہیں۔ آپ ہمیں حکم دیں۔ تو ہم اپنے بیوی بچے بھی اس راہ میں قربان کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اور جتنے پونڈ چاہیں گے ہم جمع کر دیں گے۔ مگر ہم سے یہ تکلیف نہیں دیکھی جاتی۔ کہ آپ فکر اور تشویش سے اپنی صحت کو بھی برباد کر لیں۔ غرض اللہ تعالیٰ نے اپنے

زندہ اور قادر ہونے کا ایک نمایاں ثبوت

ہمارے سامنے پیش کر دیا ہے۔ اور بتا دیا ہے۔ کہ وہ کتنی بڑی طاقتیں رکھنے والا خدا ہے۔

پھر دیکھو ایک عیسائی اخبار نے چیلنج دیا۔ کہ تم نے عیسائیت کا مقابلہ شروع کر رکھا تھا۔ اب جبکہ عیسائی پریس نے تمہارا اخبار شائع کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ ہم دیکھیں گے کہ تمہارا خدا تمہاری کیا مدد کرتا ہے۔ ادھر اس نے یہ چیلنج دیا۔ اور ادھر فوراً اللہ تعالیٰ نے ایک معمولی درجہ کے رئیس کے دل میں غیرت پیدا کر دی اور اس نے تیرہ ہزار

اسلامی پریس کے لئے

چندہ دے دیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے بڑے بھاری نشانات ہیں۔ جن سے اس کی ہستی کا ثبوت ملتا ہے اور اس سے پتہ لگتا ہے۔ کہ وہ جہاں چاہتا ہے۔ لوگوں کے دلوں میں

قربانی اور ایثار کا مادہ

پیدا کر دیتا ہے جس کے نتیجہ میں وہ ایسی ایسی قربانیوں کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ کہ انہیں دیکھ کر حیرت آتی ہے۔ پس ہماری جماعت کو یہ سبق یاد رکھنا چاہیئے جو الحمد للہ رب العالمین میں دیا گیا ہے۔ اور اس بات کو کبھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے۔ کہ خدا تعالیٰ کی تعریف

اسی وجہ سے ہے کہ وہ ہر زمانہ کے لوگوں کے لئے ایک زندہ خدا ہے۔ اگر یہ نہ ہوتا۔ تو ہم الحمد رب العالمین کس طرح کہہ سکتے تھے۔ اگر وہ صرف آدمؑ کے زمانہ میں زندہ خدا تھا۔ تو نوحؑ کے زمانہ کے لوگ اس کی کیوں تعریف کرتے۔ اور اگر وہ صرف نوحؑ کے زمانہ میں زندہ خدا تھا۔ تو ابراہیمؑ کے زمانہ میں لوگ اس کی کیوں تعریف کرتے اگر وہ صرف ابراہیمؑ کے زمانہ میں زندہ خدا تھا تو موسیٰؑ کے زمانہ میں لوگ اس کی کیوں تعریف کرتے۔ اور اگر وہ صرف موسیٰؑ کے زمانہ میں زندہ خدا تھا۔ تو عیسیٰؑ کے زمانہ میں* زندہ خدا تھا۔ تو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں لوگ اس کی کیوں تعریف کرتے اور اگر وہ صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں زندہ خدا تھا۔ تو آج کے زمانہ کے لوگ اس کی کیوں تعریف کرتے۔ وہ زندہ ہے اور زندہ رہے گا اور ہر زمانہ کے لوگ اس کی تعریف کرتے چلے جائیں گے۔ اور اس کے نشانات سے اپنے ایمانوں کو تازہ کرتے رہیں گے۔ اور جب بھی اس کے بندے مشکلات میں پھنسیں گے۔ اور اس کے دین پر تکلیف کا زمانہ آئے گا۔ وہ اپنے مخفی الہام سے انسانوں کے دلوں میں تحریک کرے گا۔ کہ اٹھو اور میرے

* [حاشیہ:] لوگ اس کی کیوں تعریف کرتے اور اگر وہ صرف عیسیٰؑ کے زمانہ میں

دین کے جھنڈے کے نیچے

جمع ہو جاؤ

اور سچے مومن لبیک کہتے ہوئے اس کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو جائیں گے۔ اور دین کو مشکلات سے نکال لیں گے۔ یہاں تک کہ دنیا حیران ہو جائے گی۔ اور شیطان مایوسی سے مر جائے گا۔

جب ۵۲ء میں فسادات ہوئے۔ تو اس وقت میں نے بڑے زور سے اعلان کیا۔ کہ اے احمدیو تم گھبراؤ نہیں۔ میں دیکھتا ہوں۔ کہ خدا ہماری مدد کے لئے دوڑا چلا آ رہا ہے۔ اور میرے اس اعلان کے معاً بعد لاہور میں مارشل لا نافذ ہو گیا۔ اس وقت بعض افسروں نے کہا۔ کہ آپ کے اس فقرہ سے اشتعال پیدا ہوتا ہے۔ میں نے ان کو جواب دیا۔ کہ جب مجھے خدا آتا ہوا نظر آتا ہے۔ تو کیا میں جھوٹ بولوں۔ خدا تعالیٰ ہمیشہ ہی اپنے سچے بندوں کی مدد کے لئے آیا کرتا ہے۔ اور اب بھی آئے گا۔ اور ہمیشہ ہی آتا رہے گا۔ اگر یہ سلسلہ جاری نہ ہو۔ تو خدا تعالیٰ کے دین کے خادم تباہ ہو جائیں۔ اور ان کے دل غم سے ٹوٹ جائیں۔

غرض اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کے نشانات ہمیشہ دکھاتا چلا آیا ہے۔ اور دکھاتا چلا جائے گا۔ اور جب وہ دکھاتا ہے۔ تو بڑے بڑے سخت دل لوگوں کو بھی اقرار کرنا پڑتا ہے۔ کہ ہمارا خدا ایک زندہ خدا ہے۔ بیسیوں نہیں سینکڑوں غیر احمدی ایسے ہیں۔ جو فسادات کے بعد مجھے ملے۔ اور انہوں نے کہا کہ ہمیں آپ کا وہ فقرہ اب تک یاد ہے۔ کہ تم مت گھبراؤ۔ میں دیکھ رہا ہوں۔ کہ

خدا ہماری مدد کے لئے دوڑا چلا آ رہا ہے

جب مارشل لا نافذ ہوا۔ اور فوجیں لاہور میں داخل ہو گئیں۔ تو ہم نے سمجھ لیا کہ آپ کی یہ پیشگوئی پوری ہو گئی ہے۔ اور خدا تعالیٰ نے اس کو لفظاً لفظاً سچا ثابت کر دیا ہے۔ غرض ہمارا خدا ایک زندہ خدا ہے۔ اور ہمیشہ زندہ رہے گا۔ وہ آدمؑ کے زمانہ میں بھی زندہ تھا۔ وہ نوحؑ کے زمانہ میں بھی زندہ تھا۔ وہ ابراہیمؑ کے زمانہ میں بھی زندہ تھا۔ وہ موسیٰؑ کے زمانہ میں بھی زندہ تھا وہ عیسیٰؑ کے زمانہ میں بھی زندہ تھا۔ وہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں بھی زندہ تھا۔ اور وہ آج بھی زندہ ہے اور اگر دنیا اور ہزار سال تک قائم رہے گی تو ہزار سال تک اور اگر ایک کروڑ سال تک قائم رہے گی۔ تو کروڑ سال تک اور اگر ایک ارب سال تک قائم رہے گی۔ تو ایک ارب سال تک وہ اپنی زندگی کے نشانات دکھاتا چلا جائے گا۔ کیونکہ

وہ حیّ و قیوم خدا ہے

اور وہ لاتاخذہ سنۃ ولا نوم کا مصداق ہے۔ اس پر جب اونگھ اور نیند ہی نہیں آتی۔ تو اس کے زندہ نشانات کا سلسلہ کس طرح ختم ہو سکتا ہے۔ جب ایسے خدا سے انسان اپنا تعلق پیدا کر لیتا ہے۔ تو اس کی ساری ضرورتوں کا وہ کفیل ہو جاتا ہے۔ اور ہمیشہ اس کی تائید کے لئے اپنے

غیر معمولی نشانات

ظاہر کرتا ہے۔

ہم نے دیکھا ہے حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کے پاس اکثر لوگ اپنی امانتیں رکھواتے تھے۔ اور آپ اس میں سے ضرورت پر خرچ کرتے رہتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس طرح رزق دیتا رہتا ہے۔ بعض دفعہ ہم نے دیکھا کہ امانت رکھوانے والا آپ کے پاس آتا۔ کہ مجھے روپیہ کی ضرورت ہے میری امانت مجھے واپس دے دی جائے۔ آپ کی طبیعت بڑی سادہ تھی۔ اور معمولی سے معمولی کاغذ کو بھی آپ ضائع کرنا پسند نہیں فرماتے تھے۔ جب کسی نے مطالبہ کرنا تو آپ نے ردی سا کاغذ اٹھا لینا اس پر اپنی بیوی کو لکھ دینا۔ کہ امانت میں سے دو سو روپیہ بھجوا دیا جائے۔ اندر سے بعض دفعہ جواب آتا کہ روپیہ تو خرچ ہو چکا ہے۔ یا اتنے روپے ہیں۔ اور اتنے روپوں کی کمی ہے۔ آپ نے اسے [کہنا کہ] ذرا ٹھہر و۔ ابھی روپیہ آ جاتا ہے۔ اتنے میں ہم نے دیکھنا کہ کوئی شخص دھوتی باندھے ہوئے جوتا گرہ یا بغل میں دبائے چلا آ رہا ہے۔ اور اس نے آ کر کہنا یہ روپیہ آپ کو بھجوایا ہے۔

ایک دن لطیفہ ہوا

کسی نے اپنا روپیہ مانگا۔ اس دن آپ کے پاس کوئی روپیہ نہیں تھا۔ مگر اسی وقت ایک شخص علاج کے لئے آ گیا۔ اور اس نے ایک پڑیہ میں کچھ رقم لپیٹ کر آپ کے سامنے رکھ دی حافظ روشن علی صاحب رض کو علم تھا کہ روپیہ مانگنے والا کتنا روپیہ مانگتا ہے۔ آپ نے حافظ صاحب رض سے فرمایا۔ کہ دیکھو اس میں

کتنی رقم ہے

انہوں نے گنا تو کہنے لگے۔ بس اتنی ہی رقم ہے جتنی رقم کی آپ کو ضرورت تھی۔ آپ نے فرمایا۔ یہ اس قارض کو دے دو۔ اسی طرح آپ ایک پرانے بزرگ کا قصہ سنایا کرتے تھے۔ کہ ایک دفعہ ایک قرضخواہ ان کے پاس آ گیا۔ اور اس نے کہا۔ کہ آپ نے میری اتنی رقم دینی ہے اور اس پر اتنا عرصہ گزر چکا ہے۔ اب آپ میرا روپیہ ادا کریں۔ انہوں نے کہا۔ کہ میرے پاس تو ہے نہیں جب آئے گا تمہیں دے دوں گا۔ وہ کہنے لگا۔ تم بڑے بزرگ بنے پھرتے ہو اور قرض ادا نہیں کرتے۔ یہ کہاں کی شرافت ہے۔ اتنے میں وہاں ایک حلوا بیچنے والا لڑکا آ گیا۔ انہوں نے اسے کہا کہ آٹھ آنے کا حلوا دے دو۔ لڑکے نے حلوا دے دیا۔ اور انہوں نے وہ حلوا اس قارض کو کھلا دیا۔ لڑکا کہنے لگا کہ میرے پیسے میرے حوالے کیجئے۔ وہ کہنے لگے کہ تم آٹھ آنے مانگتے ہو اور میرے پاس تو دو آنے بھی نہیں۔ وہ لڑکا شور مچانے لگ گیا۔ یہ دیکھ کر وہ قرض خواہ کہنے لگا۔ کہ یہ کیسی بے حیائی ہے کہ میری رقم تو ماری ہی تھی اس غریب کی اٹھنی بھی ہضم کر لی۔ غرض وہ دونوں شور مچاتے رہے اور وہ بزرگ اطمینان سے اپنی جگہ بیٹھے رہے۔ اتنے میں ایک شخص آیا۔ اور اس نے اپنی جیب میں سے ایک پڑیہ نکال کر انہیں پیش کی۔ اور کہا کہ یہ فلاں امیر نے

آپ کو نذرانہ بھیجا ہے

انہوں نے اسے کھولا۔ تو اس میں روپے تو اتنے ہی تھے جتنے قرض خواہ مانگتا تھا۔ مگر اس میں اٹھنی نہیں تھی کہنے لگے یہ میری پڑیہ نہیں اسے واپس لے جاؤ۔ یہ سنتے ہی اس کا رنگ فق ہو گیا۔ اور اس نے جھٹ اپنی جیب سے ایک دوسری پڑیہ نکالی۔ اور کہنے لگا کہ مجھ سے غلطی ہو گئی ہے۔ آپ کی پڑیہ یہ ہے۔ انہوں نے اسے کھولا تو اس میں اتنے ہی روپے تھے جو قارض مانگ رہا تھا اور ایک اٹھنی بھی تھی انہوں نے دونوں کو بلایا اور دونوں کو ان کے روپے دے دیئے۔ غرض زندہ خدا اپنے بندوں کی تائید میں ہمیشہ اپنے نشانات دکھاتا ہے۔ انسان بعض دفعہ اپنی [کمزوری] ایمان کی وجہ سے گھبرا جاتا ہے لیکن جس کے ساتھ خدا ہوتا ہے وہ اس کی غیب سے مدد کرتا ہے میرے لئے یہ سخت صدمہ اور رنج کی بات تھی۔ کہ تحریک جدید کے بیرونی مشنوں کے لئے ہمارے پاس کوئی خرچ نہیں رہا۔ چنانچہ کچھ دن میں خطرناک طور پر بیمار رہا۔ بلکہ ابھی تک طبیعت پوری طرح سنبھلی نہیں۔ لیکن

نشان الٰہی دیکھو

کہ ادھر مجھے فکر پیدا ہوا اور ادھر اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا میں لوگوں کے دلوں میں تحریک پیدا کرنی شروع کر دی۔ جن میں احمدی بھی تھے اور غیر احمدی بھی تھے اور پاکستانی بھی تھے اور غیر پاکستانی بھی تھے۔ کسی نے سو پیش کیا کسی نے سوا سو۔ کسی نے ڈیڑھ سو۔ کسی نے اڑھائی سو پونڈ اور کسی نے غیر معین طور پر لکھ دیا کہ جتنے پونڈ آپ کہیں گے ہم جمع کر دیں گے۔ آپ فکر نہ کریں۔ دیکھو یہ خدا تعالیٰ کی قدرتوں کا کیسا عظیم الشان ثبوت ہے۔ کہ اس نے آپ ہی آپ سامان پیدا کرنے شروع کر دیئے۔ اور لوگوں کے دلوں میں اخلاص اور محبت کی ایک لہر پیدا کر دی۔ ورنہ انسان کے اندر کیا طاقت ہے۔ کہ وہ کچھ کر سکے۔ ہمارے لئے بس اتنا ہی کافی ہے کہ ہمیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل ایک زندہ اور قادر خدا کا دامن پکڑنے کی توفیق مل گئی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیشہ اپنے والد صاحب کا

ایک قصہ سنایا کرتے تھے

میاں بدر محی الدین جو بٹالہ کے رہنے والے تھے ان کے والد جن کا نام غالباً پیر محی الدین تھا ہمارے دادا کے بڑے دوست تھے۔ اس زمانہ میں کمشنر موجودہ زمانہ کے گورنر کی طرح سمجھا جاتا تھا۔ اور وہ امرتسر میں اپنا دربار لگایا کرتا تھا۔ جس میں علاقہ کے تمام بڑے بڑے رؤسا شامل ہوا کرتے

تھے۔ ایک دفعہ امرتسر میں دربار لگا۔ تو ہمارے دادا کو بھی دعوت آئی۔ اور چونکہ الہیس معلوم تھا۔ کہ پیر غلام محی الدین صاحب بھی اس دربار میں شامل ہوں گے۔ اس لئے وہ گھوڑے پر سوار ہو کر پہلے انہیں ان کے مکان پر پہنچے وہاں انہوں نے دیکھا کہ ایک غریب آدمی پیر غلام محی الدین صاحب کے پاس کھڑا ہے۔ اور وہ اس سے کسی بات پر منت کر رہے ہیں۔ جب انہوں نے دادا صاحب کو دیکھا تو کہنے لگے مرزا صاحب دیکھئے یہ میراثی کیسا بے وقوف ہے۔ کمشنر صاحب کا دربار منعقد ہو رہا ہے اور یہ کہتا ہے کہ وہاں جا کر کمشنر صاحب سے کہا جائے کہ گورنمنٹ نے اس کی ۲۵ ایکڑ زمین ضبط کر لی ہے۔ یہ زمین اسے واپس دی جائے بھلا یہ کوئی بات ہے۔ کہ دربار کا موقع ہو اور

کمشنر صاحب تشریف لائے

ہوئے ہوں اور ایک میراثی کو ان کے سامنے پیش کر دیا جائے کہ اس کی ۲۵ ایکڑ زمین ضبط ہو گئی ہے۔ وہ اسے واپس دلا دی جائے چونکہ وہ پیر تھے اور دربار ی بھی تھے اس لئے انہیں یہ بات بہت عجیب معلوم ہوئی۔ دادا صاحب اس میراثی سے کہنے لگے کہ تم میرے ساتھ چلو۔ چنانچہ وہ اسے ساتھ لے کر امرتسر پہنچے۔ جب دربار لگا۔ اور کمشنر صاحب آ گئے۔ تو ہمارے دادا اٹھ کر کمشنر کے پاس چلے گئے اور اپنے ساتھ اس میراثی کو بھی لے لیا۔ اور کمشنر سے کہنے لگے کمشنر صاحب ذرا اس کی بانہہ پکڑ لیں۔ وہ کہنے لگا۔ مرزا صاحب اس کا کیا مطلب۔ انہوں نے کہا مطلب میں پھر بتا دوں گا پہلے آپ اس کی بانہہ پکڑ لیں۔ چنانچہ ان کے کہنے پر اس نے میراثی کی بانہہ پکڑ لی۔ اس پر ہمارے دادا صاحب کہنے لگے۔ ہماری پنجابی زبان میں ایک مثال ہے کہ "بانہہ پھڑنے دی لاج رکھنا" کمشنر پھر حیران ہوا اور کہنے لگا۔ اس کا کیا مطلب۔ وہ کہنے لگے

اس کا مطلب یہ ہے

کہ جب آپ نے ایک شخص کا بازو پکڑا ہے۔ تو پھر اس بازو پکڑنے کی لاج بھی رکھنا اور اسے چھوڑنا نہیں۔ وہ کہنے لگا مرزا صاحب آپ یہ بتائیں کہ آپ کا اس سے مقصد کیا ہے انہوں نے کہا اس کی ۲۵ ایکڑ زمین تھی۔ جو گورنمنٹ نے ضبط کر لی ہے۔ آپ لوگ مغل بادشاہوں کے قائم مقام ہیں۔ اور مغل بادشاہوں کا یہ طریق تھا کہ وہ ہزاروں ایکڑ زمین لوگوں کو انعام کے طور پر دے دیا کرتے تھے مگر

یہ غریب حیران ہے کہ ہم پر عجیب لوگ حاکم بن کر آ گئے ہیں کہ میرے پاس جو پہلے ۲۵ ایکڑ زمین تھی وہ بھی انہوں نے ضبط کر لی ہے۔ اس پر ایسا اثر ہوا کہ اس نے اسی وقت اپنے سیکرٹری کو بلایا اور اسے کہا کہ ابھی یہ بات نوٹ کرو اور آرڈر دے دو کہ اس شخص کو زمین واپس دے دی جائے۔ اسی طرح

خدا تعالےٰ کے ساتھ تعلق

رکھنا بھی "بانہہ پھڑنے دی لاج" رکھنے والی بات ہوتی ہے۔ جس طرح کمشنر نے اس میراثی کی بانہہ پکڑنے کے بعد اس کی لاج رکھی۔ اسی طرح خدا جس کی بانہہ پکڑے اس کی بھی وہ لاج رکھ لیتا ہے۔ صرف اتنی بات ہے کہ انسان اپنی کم حوصلگی کی وجہ سے بعض دفعہ گھبرا جاتا ہے۔ ورنہ اللہ تعالےٰ جب دینے پر آتا ہے تو ایسے ایسے رستوں سے دیتا ہے کہ حیرت آتی ہے۔ اب تو ہماری جماعت خدا تعالےٰ کے فضل سے بڑی ترقی کر گئی ہے۔ اور ہماری مثال حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والی ہو گئی ہے۔ جب مدینہ میں پہلی دفعہ ہوائی چکیاں آئیں اور باریک آٹا پسنے لگا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ ازواج مطہرات میں سے سب سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ آٹا تحفۃً پیش کیا جائے۔ چنانچہ مدینہ میں سب سے پہلے یہ آٹا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر بھجوایا گیا۔ اور اس کے پھلکے تیار کئے گئے

حدیثوں میں آتا ہے

کہ اس سے پہلے پتھر پر دانے کوٹ کر دلیہ سا بنا لیا جاتا تھا۔ اور اس کی روٹی تیار کی جاتی تھی۔ جب پہلی دفعہ نرم اور ملائم آٹے کی روٹی پکا کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے پیش کی گئی۔ تو آپ نے اس میں سے ایک لقمہ توڑ کر اپنے منہ میں ڈالا اور پھر آپ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگ گئے۔ ایک عورت جو پاس بیٹھی ہوئی تھی وہ کہنے لگی۔ بی بی آپ روتی کیوں ہیں۔ روٹی تو بڑی ملائم اور نرم ہے۔ اور ہم نے اس آٹے کی بڑی تعریف سنی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں اس لئے نہیں روتی کہ آٹا خراب ہے بلکہ مجھے اس روٹی کو دیکھ کر

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا زمانہ

یاد آ گیا ہے۔ ہم اس زمانہ میں دانوں کو پتھروں سے کچل کر دلیہ سا بنا لیتی تھیں اور اسی کی روٹیاں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو کھلایا کرتی تھیں۔ آخری عمر میں جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ضعیف ہو گئے۔ تو آپ کے لئے روٹی چبانا بڑا مشکل ہو گیا تھا۔ پس مجھے اس روٹی کو دیکھ کر رونا آ گیا اور مجھے خیال آیا کہ اگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی

یہ چکیاں ہوتیں

تو میں آپ کو اس آٹے کی روٹی پکا کر کھلاتی ہمارا ابھی یہی حال ہے۔ اب تو ہمارا صدر انجمن احمدیہ کا بجٹ چودہ پندرہ لاکھ کا ہے۔ اور تحریک جدید کا بجٹ بھی بارہ تیرہ لاکھ کا ہوتا ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں یہ کیفیت تھی۔ کہ کئی مقامات پر

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

نے یہ لکھا ہے کہ اب تو ہم پر اتنا بوجھ ہے۔ کہ پندرہ سو روپیہ ایک مہینہ کا خرچ ہے۔ گویا اس زمانہ میں اٹھارہ ہزار روپیہ کا سالانہ خرچ تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اسے بڑا بوجھ قرار دیتے تھے لیکن اس زمانہ میں بعض

ایسے احمدی ہیں

کہ ان میں سے ایک ایک اس بوجھ کو آسانی کے ساتھ اٹھا سکتا ہے۔ اس وقت بعض دفعہ ایسی حالت ہوتی تھی کہ لنگر میں آٹا نہیں ہوتا تھا اور منتظمین کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں روپیہ کے لئے درخواست کرنی پڑتی تھی۔ ۱۹۰۵ء میں جو زلزلہ آیا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کچھ عرصہ کے لئے باغ میں تشریف لے گئے تو

مجھے خوب یاد ہے

ایک دن آپ باہر سے آئے تو اللہ تعالےٰ کی بڑی حمد و ثنا کر رہے تھے۔ اس وقت آپ نے حضرت اماں جان کو بلایا اور فرمایا۔ یہ گٹھڑی لے لو اور دیکھو کہ اس میں کتنی رقم ہے۔ حضرت ام المومنین رض نے کمرہ سے باہر نکل کر بتایا۔ کہ اس کپڑے میں چار سو یا پانچ سو کی رقم ہے۔ آپ نے فرمایا۔ آج ہی لنگر والے آٹے کے لئے روپیہ مانگ رہے تھے۔ اور میرے پاس کوئی روپیہ نہیں تھا۔ اور میں حیران تھا کہ اس کا کیا انتظام ہو گا۔ اتنے میں میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک غریب آدمی جس نے میلے سے کپڑے پہنے ہوئے تھے آیا اور اس نے یہ گٹھڑی مجھے دے دی۔ میں نے سمجھا کہ اس میں پیسے ہی ہوں گے۔ لیکن اب معلوم ہوا ہے کہ روپے تھے۔ اس پر آپ دیر تک اللہ تعالےٰ کی حمد و ثنا کرتے رہے۔

کہ اس نے کیسا فضل نازل فرمایا ہے۔ بیشک اس وقت ہماری نگاہ میں چار سو روپیہ کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ لیکن اس وقت ہم ان چیزوں کو دیکھتے تو ہمارا ایمان تازہ ہوتا تھا۔ اور اب ہمیں اس سے سینکڑوں گنے زیادہ روپیہ ملتا ہے۔ اور وہ روپیہ ہمارے

ایمانوں کو بڑھاتا ہے

میں نے دیکھا ہے۔ مجھے اپنی عمر میں بعض غیر احمدیوں نے دو دو تین تین چار چار ہزار روپیہ نذرانہ کے طور پر دیا ہے۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں یہ حالت تھی۔ کہ آپ کو چار سو روپیہ ملا تو آپ نے سمجھا کہ شاید اس میں پیسے ہی ہوں گے ورنہ اتنا روپیہ کون دے سکتا ہے۔ آج اگر وہی زمانہ ہوتا۔ تو وہ لوگ جو اس وقت افسوس کر رہے ہیں ان کو بھی قربانی کا موقعہ مل جاتا۔ اور ہر شخص قربانی کر کے سمجھتا کہ مجھے خدا نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت کا موقعہ عطا فرما کر مجھ پر احسان فرمایا ہے لیکن وہ زمانہ تو گذر گیا۔ اب پھر ایک دوسرا زمانہ آ گیا ہے۔ جس میں خدا تعالےٰ اپنے بندوں کے لئے

دین کی خدمت کے زیادہ سے زیادہ مواقع

پیدا کر رہا ہے۔ بہرحال ہر زمانہ کے لحاظ سے خدا اپنی زندگی کا ثبوت دیتا چلا آیا ہے۔ اس زمانہ میں چار سو روپیہ کا مل جانا خدا تعالےٰ کے زندہ ہونے کا ایک ثبوت تھا۔ اور اس زمانہ میں کبھی کبھی چالیس۔ پچاس ہزار دے کر اس نے اپنی زندگی کا ثبوت دیا ہے۔ اور آج خدا تعالےٰ کے زندہ ہونے کا ثبوت وہ اڑھائی سو پونڈ ہیں جو ایک دوست نے اطلاع ملتے ہی لنڈن بنک میں جمع کرا دیئے۔ اسی طرح اس حرکی پروفیسر کا وہ روپیہ بھی زندہ خدا کا ایک نشان ہے۔ جو اس نے اپنے اوپر خرچ کرنے کی بجائے مجھے دین پر خرچ کرنے کے لئے بھجوا دیا۔ اور یا پھر خدا تعالےٰ کے زندہ ہونے کا ثبوت اس حبشی چیف کا واقعہ ہے۔ جس نے احمدیہ پریس کے لئے ایک ہزار پونڈ دو قسطوں میں دے دیا۔ اور یا پھر خدا تعالےٰ کے زندہ ہونے کا ثبوت افریقہ کے اس دوست کا خط ہے۔ جنہوں نے یہ لکھا کہ آپ پریشان کیوں ہوتے ہیں۔ آپ روپیہ کے متعلق کسی قسم کا فکر نہ کریں۔ بیرونی مشنوں کے لئے جتنے پونڈوں کی ضرورت ہو ہمیں لکھیں ہم کسی نہ کسی طرح جمع کر دیں گے۔ غرض خدا تعالےٰ ہر زمانہ میں اپنے زندہ ہونے کا ثبوت بہم پہنچاتا ہے۔ اور اس طرح وہ اپنے مومن بندوں کے ایمانوں کو بڑھاتا رہتا ہے مجھے

وہ زمانہ خوب یاد ہے

جب اشتہار چھپوانے کے لئے بھی ہمارے پاس کوئی روپیہ نہیں ہوتا تھا۔ جب خلیفہ ہوا اور غیر مبائعین کے مقابلہ میں میں نے پہلا اشتہار لکھا تو اس وقت ہماری مالی حالت اتنی کمزور تھی کہ اس اشتہار کے چھپوانے کے لئے بھی ہمارے پاس کوئی روپیہ نہیں تھا۔ ہمارے نانا جان میر ناصر نواب صاحب مرحوم کو اس کا علم ہوا۔ تو اس وقت ہسپتال اور مسجد کے لئے چندہ جمع کر رہے تھے۔ انہوں نے اڑھائی سو روپیہ کی پوٹلی لا کر میرے سامنے رکھ دی اور کہا کہ آپ اس روپیہ کو استعمال کریں۔ جب آپ کے پاس روپیہ آئے گا۔ تو وہ مجھے دیدیں۔ چنانچہ پہلا اشتہار ہم نے انہی کے روپیہ سے شائع کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے وہ دن دکھایا کہ یا تو دو سو اور اڑھائی سو کے لئے ہمارے کام رکے ہوئے تھے اور یا اب ایک ایک شخص ہی بیس بیس ہزار روپیہ دینے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ مثلاً پچھلے سال بیمار ہوا تو ڈاکٹروں نے مجھے

ولائت جانے کا مشورہ دیا

اس پر اللہ تعالیٰ نے ہماری جماعت کو یہ توفیق عطا فرمائی۔ کہ اس نے ایک لاکھ سے زیادہ روپیہ اس غرض کے لئے جمع کر دیا۔ غرض زمانے ہمیشہ بدلتے رہتے ہیں۔ اور بدلتے چلے جائیں گے۔ ایک زمانہ میں لوگ اربوں ارب روپیہ دیں گے اور انہیں پتہ بھی نہیں لگے گا کہ ان کے مال میں سے کچھ کم ہوا ہے کیونکہ دینے والے کھرب پتی ہوں گے۔ اور جب وہ بیس یا تیس یا پچاس ارب روپیہ دیں گے تو انہیں پتہ بھی نہیں لگے گا کہ ان کے خزانہ میں کوئی کمی آئی ہے اس وقت انہیں یاد بھی نہیں رہے گا کہ کسی زمانہ میں پچاس روپیہ کی بھی ضرورت ہوتی تھی تو اس کے لئے بھی دعائیں کرنی پڑتی تھیں۔

تم تذکرہ پڑھو

تمہیں اس میں یہ لکھا ہوا دکھائی دے گا۔ ایک دفعہ ہمیں پچاس روپیہ کی ضرورت پیش آئی اور جیسا کہ اہل اللہ پر کبھی کبھی ایسی حالت گذرتی ہے اس وقت ہمارے پاس کچھ بھی نہیں تھا۔ تب ہم نے وضو کیا۔ اور جنگل میں جا کر دعا کی۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام نازل ہوا کہ

"دیکھ میں تیری دعاؤں کو کیسے جلد قبول کرتا ہوں"

اس کے بعد ہم واپس آئے تو بازار سے گذرے اور ڈاکخانہ والوں سے پوچھا کہ کیا ہمارے نام کوئی منی آرڈر آیا ہے یا نہیں۔ انہوں نے ایک خط دیا۔ جس میں لکھا تھا کہ پچاس روپے آپ کے نام بھجوا دیئے گئے ہیں۔ چنانچہ اسی دن یا دوسرے دن وہ روپیہ ہمیں مل گیا۔ (تذکرہ صفحہ ۱۵۲)

غرض ایک زمانہ ایسا گذرا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پچاس روپوں کے لئے بھی فکر ہوتا تھا۔ کہ وہ کہاں سے آئیں گے اور یا اب یہ حالت ہے کہ سندھ میں جو میری اور سلسلہ کی زمینیں ہیں ان پر تین ہزار روپیہ ماہوار تک تنخواہوں کا ہی دینا پڑتا ہے۔ گویا

کجا تو یہ حالت تھی

کہ پندرہ سو روپیہ ماہوار کا خرچ ساری جماعت کے لئے بوجھ سمجھا جاتا تھا۔ اور پچاس روپیہ کی ضرورت کو اتنا شدید سمجھا جاتا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے لئے خاص طور پر علیحدگی میں دعا کرنا ضروری سمجھا اور کجا یہ حالت ہے کہ اسی شخص کا بیٹا سینکڑوں روپیہ ماہوار اپنے کارکنوں کو تنخواہیں دیتا ہے۔ اور انجمن کے افسروں کو ملا کر وہ رقم ہزاروں روپیہ کی بن جاتی ہے اور ربوہ کے دفتروں کو ملا کر کوئی نوے ہزار ماہوار کی رقم بن جاتی ہے۔

یہ کتنا عظیم الشان فرق ہے

جو ہر شخص کو دکھائی دے سکتا ہے۔ مگر ابھی کیا ہے۔ ابھی تو صرف ہزاروں روپیہ خرچ ہو رہا ہے۔ پھر کوئی وقت ایسا آئے گا۔ کہ صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید کا تین تین ارب کا بجٹ ہوگا۔ پھر ایسا زمانہ آئے گا کہ ان کا تین تین کھرب کا بجٹ ہوگا۔ یعنی صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید کا سالانہ بجٹ ۲۷ کھرب کا ہوگا۔ پھر یہ بجٹ پدم پر جا پہنچے گا۔ کیونکہ دنیا کی ساری دولت احمدیت کے قدموں میں جمع ہو جائے گی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے صاف طور پر لکھا ہے کہ مجھے یہ فکر نہیں کہ روپیہ کہاں سے آئے گا۔ مجھے یہ فکر ہے کہ اس روپیہ کو دیانت داری کے ساتھ خرچ کرنے والے کہاں سے آئیں گے۔ چنانچہ دیکھ لو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے

وصیت کا نظام

جاری فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے اس میں ایسی برکت رکھ دی کہ باوجود اس کے کہ انجمن کے کام ایسے ہیں جو دلوں میں جوش پیدا کرنے والے نہیں۔ پھر بھی صدر انجمن احمدیہ کا بجٹ تحریک جدید کے بجٹ سے ہمیشہ بڑھا رہتا ہے۔ کیونکہ وصیت اس کے پاس ہے۔ اس سال کا بجٹ بھی تحریک جدید کے بجٹ سے دو تین لاکھ روپیہ زیادہ ہے۔ حالانکہ تحریک کے پاس اتنی بڑی جائداد ہے۔ کہ اگر وہ جرمنی میں ہوتی یا یورپ کے کسی اور ملک میں ہوتی تو ڈیڑھ ڈیڑھ دو دو کروڑ روپیہ سالانہ ان کی آمد ہوتی۔ مگر اتنی بڑی جائداد اور بیرونی ممالک میں تبلیغ اسلام کرنے کا جوش دلانے والی صورت کے باوجود محض وصیت کے طفیل صدر انجمن احمدیہ کا بجٹ تحریک جدید سے بڑھا رہتا ہے۔ اسی لئے اب وصیت کا نظام میں نے امریکہ اور انڈونیشیا میں بھی جاری کر دیا ہے۔ اور وہاں سے اطلاعات آ رہی ہیں۔ کہ لوگ بڑے شوق سے اس میں حصہ لے رہے ہیں۔ گو امریکہ کے مبلغ اس معاملہ میں بہت سستی سے کام لے رہے ہیں۔ میں نے سمجھا کہ چونکہ یہ خدا تعالیٰ کا قائم کردہ ایک نظام ہے۔ اگر اس نظام کو بیرونی ملکوں میں بھی جاری کر دیا جائے تو وہاں کے مبلغوں کے لئے اور مشنوں کے لئے اور مسجدوں کی تعمیر کے لئے بہت بڑی سہولت پیدا ہو جائے گی۔ غرض یہ

خدا کا ایک بہت بڑا نشان ہے

جو اس نے اپنے زندہ ہونے کے ثبوت کے طور پر تمہارے سامنے ظاہر کیا ہے۔ اب تمہارا کام ہے۔ کہ تم ان نشانات سے فائدہ اٹھاؤ اور خدا تعالیٰ کے دامن کو ایسی مضبوطی سے پکڑ لو۔ کہ وہ تم سے کبھی جدا نہ ہو۔ تمہیں اگر ایک چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی مل جائے۔ تو تم اسے ضائع کرنا کبھی پسند نہیں کرتے۔ اگر تمہیں دو آنے مل جائیں تو تم ان دو آنوں کا ضائع ہونا بھی برداشت نہیں کر سکتے۔ اگر تمہیں کہیں سے ایک روپیہ بھی مل جائے۔ تو تم اس ایک روپیہ کو ضیاع بھی برداشت نہیں کر سکتے اگر تمہارے پاس ایک ٹٹو اور مریل گھوڑا ہو تو تم اس مریل گھوڑے کو ضائع کرنا بھی پسند نہیں کرتے۔ پھر یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ تمہارے پاس

ایک زندہ خدا ہو

اور تم اس سے غافل ہو۔ جب تم اس کا ہاتھ پکڑ لو گے۔ تو وہ تمہیں کبھی نہیں چھوڑے گا۔ بلکہ ہر موقع پر تمہاری معجزانہ نشانات سے تائید فرمائے گا۔ اگر تمہارے جاہل باپ دادا نے یہ ضرب المثل بنائی ہوئی تھی کہ

"ہتھ پھڑے دی لاج رکھنا"

اور وہ جس کا ہاتھ پکڑ لیتے تھے اسے کبھی نہیں چھوڑتے تھے تو کیا تم سمجھتے ہو کہ اگر تم نے مضبوطی کے ساتھ اپنے خدا کے دامن کو پکڑ لیا تو وہ تمہاری لاج نہیں رکھے گا وہ ایسی لاج رکھے گا کہ دنیا میں کسی نے ایسی لاج نہ رکھی ہوگی۔ اور وہ تمہارا اس طرح ساتھ دے گا۔ کہ تمہارے ماں باپ نے بھی تمہارا اس طرح کبھی ساتھ نہیں دیا ہوگا۔

(الفضل ۱۰ جولائی ۱۹۵۶ء)

مندرجہ ذیل جماعتیں توجہ کریں۔

ذیل کی جماعتوں کے انتخابات باوجود متعدد اعلانات و یاد دہانیوں کے تا حال مرکز میں نہیں پہنچے۔ پراونشل امراء، مبلغین علاقہ اور ان جماعتوں کے عہدیداران جلد توجہ کر کے تعمیل کر کے کاغذات انتخابات جلد ارسال فرما دیں۔ قواعد انتخابات اخبار بدر مورخہ ۲۱/۱/۵۶ میں شائع ہو چکے ہیں

بریلی۔ اٹاوہ۔ انچولی۔ سردار نگر۔ منگل گنو۔ جھانسی۔ کھدوہی۔ بھنڈی کرل۔ مظفرپور۔ پٹنہ۔ بھاگلپور۔ مونگھیر۔ مِک سکن۔ ہو بھنڈار۔ پرکھوپٹی۔ دارجیلنگ۔ چاندائی۔ پراونشل انجمن اڑیسہ۔ پورد ——— ڈھینکانال۔ مرول بیا گاؤں۔ ارکھ پٹنہ۔ جھار سوگڑا۔ نیا گڑھ۔ نگاؤں۔ امرگتی۔ صدر آباد۔ دلبو درگ۔ رائچور۔ شموگہ۔ مدراس۔ کینانور۔ کوڈالی۔ کرنول۔ ساگر۔ کڑاپلی۔ پراونشل انجمن کشمیر۔ بیچہ مرگ۔ شوپیاں۔ مانزہ جن۔ لدرون۔ بھوسان۔ جموں۔ چار کوٹ۔ کالابن کوٹلی۔ زیج بیہاڑہ۔ دورموٹ۔ ظہیر آباد۔ (ناظر اعلیٰ قادیان)

اخبار احمدیہ: ۲۴ جولائی۔ بعدالت صاحب اسسٹنٹ کمشنر جناب موہن لال صاحب اے دالیہ کرم ملک صلاح الدین صاحب کا تتمہ بیان ہوا۔ اور قریباً ڈیڑھ صد دستاویزات و ضروری کاغذات اگزیبٹ کرائے گئے۔ باوجودیکہ مخالف فریق اپنی شہادت ختم کر چکا ہے کرنج لال نے بیان دیئے اور بعض کاغذات شامل مسل کرنے پر زور دیا ہے۔ لیکن عدالت نے کئی بار پوچھنے پر بھی پیش نہ کئے۔ [illegible] اگست بحث کے لئے مقرر ہوئی ہے۔ احباب دعا فرمائیں کہ آخری مراحل بہ طرح بخیر و خوبی انجام پذیر ہوں اور نتائج بابرکت ہوں۔ ملک صلاح الدین

درخواست دعا۔ خاکسار ۳۰ برس کے عرصہ سے زندہ درگور ہے لیکن حضرت اقدس [illegible] احباب [illegible] فرمائیں۔ (احقر سید مشتاق احمد عفا اللہ عنہ سرگرم [illegible] تبلیغ جماعت [illegible])